قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعرات 17 ستمبر 2020ء | 29 محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:220

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

(سورۃ الحجرات: 14)

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’تقویٰ کے مختصراً معنی بتاتا ہوں۔ تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو خطرے سے محفوظ کرنا اور شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو انسان کو گناہگار بنا دے۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب ممنوعہ اشیاء سے بچا جائے بلکہ اس کے لئے بعض اوقات جائز چیزوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ مثلاً رمضان میں پاک اور جائز چیزوں سے بھی مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ تو بہرحال اصل تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانا جو گناہوں کی طرف لے جائے۔ اور یہ ہر مسلمان کے لئے فرض ہے چاہے وہ کسی قوم کا ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم فلاں قوم کے ہو جو امیر ہے اس لئے تمہیں کچھ چھوٹ دی جاتی ہے۔ یا تم فلاں قوم کے ہو جو ترقی یافتہ نہیں اس لئے چھوٹ دی جاتی ہے۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے یہ عذر قابل قبول نہیں ہوں گے۔ اس لئے ہر ایک کو اپنے آپ کو ہر برائی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہر نیکی کو بجالانے کے لئے تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے۔ تبھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم امام الزمان کی جماعت میں شامل ہیں۔ یاد رکھیں کہ تمام بری باتوں سے اس وقت بچا جا سکتا ہے جب دل میں خدا تعالیٰ کی خشیت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہو جس سے اس کی محبت بھی ظاہر ہوتی ہو۔ اور یہ باتیں تب ملتی ہیں جب اس کے آگے جھکا جائے، اس سے مانگا جائے۔ یہ دعا کی جائے کہ اے خدا! میں تیری محبت میں وہ تمام باتیں چھوڑنا چاہتا ہوں جن کے چھوڑنے کا تُو نے حکم دیا ہے۔ اور وہ تمام باتیں اختیار کرنا چاہتا ہوں جن کے کرنے کا تُو نے حکم دیا ہے۔ لیکن تیرا قرب پانے کے لئے بھی تیرا فضل ہونا ضروری ہے۔ اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے تقویٰ عطا فرما۔‘‘

(خطبہ جمعہ 26/ مارچ 2004ء)

اس شمارہ میں

- خلافت (منظوم)
- تعارف سورۃ الشعراء
- ہستی باری تعالیٰ (قسط نمبر 3)
- حضرت بابو محمد رشید خان صاحب رضی اللہ عنہ آف گوجرانوالہ

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نیکی بدی کو مٹا دیتی ہے

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بدی کے بعد نیکی کرو، نیکی بدی کے اثر کو مٹا دیتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبلؒ مسند الانصار۔ حدیث ابی ذرؓ الغفاری)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

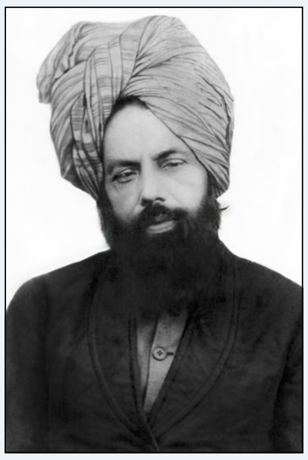

متقی اولاد کی خواہش سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے

’’جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دین دار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے۔ اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہوگا۔ (یعنی نیک نسل نہیں، بدنسل)۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بناوے۔ تب اس کی ایسی خواہش نتیجہ خیز خواہش ہوگی۔ اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں‘‘۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاص طور پر ہم احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہے دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو، اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو، نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۳۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

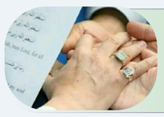

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر افراد جماعت کو ہنر سیکھنے اور محنت کرنے کی طرف حضرت مصلح موعود نے بہت توجہ دلائی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک واقعہ اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے نوجوان تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رہتا تھا۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ’’مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک لڑکا تھا جس کا نام فجا تھا۔ اسے آپ نے کسی معمار کے ساتھ لگا دیا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ معمار بن گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس میں سمجھ بہت کم تھی مگر مخلص اور دیندار تھا۔ وہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں آیا تھا اور بعد میں احمدی ہو گیا تھا۔ اس کی عقل کا (یعنی معمولی عقل کا جو واقعہ ہے وہ آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ) یہ حال تھا کہ ایک دفعہ بعض مہمان آئے۔ اس وقت لنگر خانے کا کام علیحدہ نہیں تھا۔شروع شروع کی بات تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر ہی سے مہمانوں کے لئے کھانا جاتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرّح عنبری قادیان آئے اور ایک دوست اَور بھی تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے لئے چائے تیار کروائی اور فجّے کو کہا کہ ان مہمانوں کو چائے پلا آئے۔ اور اس خیال سے کہ وہ کسی کو چائے دینا بھول نہ جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تاکید کی کہ دیکھو پانچوں کو چائے دینی ہے۔ یہ نہ ہو کسی کو بھول جاؤ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اَور پرانے ملازم چراغ تھے ان کو بھی آپ نے ساتھ کر دیا اور جب یہ دونوں چائے لے کر گئے تو پتا لگا کہ وہ جہاں باہر کمرے میں تھے وہاں نہیں بیٹھے ہوئے بلکہ وہ تو سارے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس ان کی ملاقات کے لئے چلے گئے تھے۔ چنانچہ وہ چائے لے کر یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ چراغ تو پرانا ملازم تھا اس نے پہلے چائے کی پیالی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سامنے رکھی کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بزرگی اور حفظ مراتب کا خیال تھا۔ اس لئے انہوں نے ان کے سامنے رکھی۔ لیکن فجّے صاحب نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام نہیں لیا تھا۔ چراغ نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا اور کہنی ماری اور یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ بیشک آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نام نہیں لیا تھا لیکن آپ ان سب سے زیادہ معزز ہیں اس لئے چائے پہلے آپ کے سامنے ہی رکھنی چاہئے۔ لیکن وہ یہ بات کہے جاتا تھا کہ حضرت صاحب نے صرف پانچ کے نام لئے تھے ان کا نام نہیں لیا تھا۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں گویا ان کا عقل کا معیار اس قدر تھا کہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ لیکن وہ جب معمار کے ساتھ لگایا گیا تو معمار بن گئے۔‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 35 صفحہ 290-289)

پس حضرت مصلح موعود اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جو لوگ نکمے بیٹھے رہتے ہیں بعض دوسرے ممالک میں، غریب ملکوں میں بھی اور یہاں بھی آکر بعض لوگ بیٹھے رہتے ہیں وہ اگر ذرا بھی توجہ کریں تو کوئی نہ کوئی ہنر اور کام سیکھ سکتے ہیں اور روپیہ کما سکتے ہیں بلکہ رفاہِ عامہ کے کاموں میں، خدمتِ خلق کے کاموں میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہتے ہیں کہ یہاں ایک شخص تھے بعد میں وہ بہت مخلص احمدی ہو گئے اور حضرت صاحب سے ان کا بڑا تعلق تھا مگر احمدی ہونے سے قبل حضرت صاحب ان سے بیس سال تک ناراض رہے۔ وجہ یہ کہ حضرت صاحب کو ان کی ایک بات سے سخت انقباض ہو گیا اور وہ اس طرح کہ ان کا ایک لڑکا مر گیا (فوت ہو گیا۔) حضرت صاحب اپنے بھائی کے ساتھ ان کے ہاں ماتم پرسی کے لئے گئے۔ ان میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص آتا اور اس سے ان کے بہت دوستانہ تعلقات ہوتے تو اس سے بغلگیر ہو کر روتے اور چیخیں مارتے۔ اسی کے مطابق انہوں نے حضرت صاحب کے بڑے بھائی سے بغلگیر ہو کر روتے ہوئے کہا کہ خدا نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔نعوذ باللہ۔ یہ سن کر حضرت صاحب کو ایسی نفرت ہو گئی کہ ان کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ بعد میں خدا تعالیٰ نے اس شخص کو توفیق دی اور وہ ان جہالتوں سے نکل آئے اور احمدیت قبول کر لی۔‘‘

(ماخوذ از تقدیر الٰہی۔ انوار العلوم جلد 4 صفحہ 545-544)

حضرت مصلح موعود ہستی باری تعالیٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ’’حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے ساتھ ایک دہریہ پڑھا کرتا تھا۔یعنی ہستی باری تعالیٰ کا کیا ثبوت ہے اس کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں کہ ایک دفعہ زلزلہ جو آیا تو اس کے منہ سے بے اختیار ’رام رام‘ نکل گیا۔ پہلے ہندو تھا۔ دہریہ ہو گیا تو میر صاحب نے جب اس سے پوچھا کہ تم تو خدا کے منکر ہو پھر تم نے رام رام کیوں کہا۔ کہنے لگا غلطی ہو گئی۔ یونہی منہ سے نکل گیا۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مگر اصل بات یہ ہے کہ دہریے جہالت پر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماننے والے علم پر۔ اس لئے مرتے وقت یا خوف کے وقت دہریہ کہتا ہے کہ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں۔ ورنہ اگر وہ علم پر ہوتا تو اس کے بجائے یہ ہوتا کہ مرتے وقت دہریہ دوسروں کو کہتا کہ خدا کے وہم کو چھوڑ دو کوئی خدا نہیں۔ مگر اس کے الٹ نظارے نظر آتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی ہستی کی یہ بہت زبردست دلیل ہے کہ ہر قوم میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔‘‘

(ماخوذ از ہستی باری تعالیٰ۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 286)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت پر آپ علیہ السلام کی دلی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس حالت اور اس کیفیت کا اندازہ اس نوٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے اپنی ایک پرائیویٹ نوٹ بک میں لکھا اور جسے مَیں نے نوٹ بک سے لے کر شائع کر دیا۔ وہ تحریر آپ نے دنیا کو دکھانے کے لئے نہ لکھی تھی کہ کوئی اس میں کسی قسم کا تکلّف اور بناوٹ خیال کر سکے۔ وہ ایک سرگوشی تھی اپنے ربّ کے ساتھ اور وہ ایک عاجزانہ پکار تھی اپنے اللہ کے حضور جو لکھنے والے کے قلم سے نکلی اور خدا تعالیٰ کے حضور پہنچی۔ آپ نے وہ تحریر نہ اس لئے لکھی تھی کہ وہ دنیا میں پہنچے اور نہ پہنچ سکتی تھی اگر میرے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت کے تحت نہ ڈال دیتا اور میں اسے شائع نہ کر دیتا۔ اس تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: اے خدا! میں تجھے کس طرح چھوڑ دوں جبکہ تمام دوست وغمخوار مجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے اُس وقت تو مجھے تسلی دیتا اور میری مدد کرتا ہے۔ یہ اس کا مفہوم ہے۔

(ماخوذ از افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1927ء۔ انوار العلوم جلد 10صفحہ 60)

(خطبہ جمعہ 30؍ اکتوبر 2015ء)

خلافت

یہ نکتہ کیا نہیں ہے آدمی کے غور کے قابل
کہ پتہ شاخ سے گرتا ہے جب مرجھا ہی جاتا ہے

رواں ہے بلبلے کی ناؤ بھی دریا کی موجوں پر
ذرا ابھرے تو ہیئت میں تغیر آ ہی جاتا ہے

سبق دیتی ہے تاریخ خلافت نوع انساں کو
کہ اہل حق کے قدموں میں زمانہ آ ہی جاتا ہے

ہزاروں ہوں گھنے تاریک بادل مٹ ہی جاتے ہیں
کہ جب سورج نکلتا ہے تو آخر چھا ہی جاتا ہے

اخوت ایک نعمت ہے وگرنہ سلسلہ غم کا
اگر ہو مستقل تو آدمی گھبرا ہی جاتا ہے

عجب شے ہے جہاں میں جذبۂ شوق محبت بھی
جو اس کو ڈھونڈنے آتا ہے آخر پا ہی جاتا

(عبدالسلام اختر صاحب)

تعارف سورۃ الشعراء (چھبیسویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 228 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

جمہور مسلمان علماء نے اس سورۃ کو مکی قرار دیا ہے۔ اس کا نام الشعراء (شاعر کی جمع) اس لئے رکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کو یہ اعلیٰ سبق سکھایا جائے کہ کامیابی سے وہی لوگ ہمکنار ہوتے ہیں جن کے الفاظ اور عمل ایک ہی ہوں اور شاعروں کی طرح محض باتیں کرنے والے کسی مقام تک رسائی نہیں پاتے۔ اس سورۃ سے گزشتہ سولہ سورتوں سے جاری مضمون کو مکمل کر کے ایک نیا مضمون شروع کیا گیا ہے۔ سورۃ یونس (دسویں سورۃ) سے قرآن کریم نے بنیادی طور پر اپنا مخاطب یہودیوں اور عیسائیوں کو کیا ہے۔ اس سورۃ سے مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور مخاطب کرنے کی نوعیت، ساخت اور دائرہ کار تبدیل ہو جاتا ہے، اسی لئے اس سورۃ کے آغاز میں حروف مقطعات میں بھی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ گزشتہ سورۃ کا اختتام اس بات پر ہوا تھا کہ یہ ایک فاش غلطی ہوگی اگر تصور کیا جائے کہ خدا بڑے بڑے مذاہب کے ذریعہ معرضِ وجود میں آنے والے قدیم اور مقدس نظام کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اس کے برخلاف خدا نے انسان کو اپنا رنگ اختیار کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ اس کی اعلیٰ صفات کو اپنائے اور اس کی الٰہی آواز پر لبیک کہے۔ اگر انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا نہ کرے تو اس کے وجود کی کوئی ضرورت اور مقصد نہیں رہتا اور یوں خدا کو اسے تباہ و برباد کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی۔ اس سورۃ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغموم ہونے کی وجہ انسانوں کا اپنے مقصد پیدائش کو بھول جانا اور انسانیت سے آپ کی محبت اور ان کی خاطر اضطراب تھا اور آپ ﷺ انسانیت کو بچانے کے خواہاں تھے۔ پھر انسان کی تباہی خود خدائی منصوبہ کے منشاء کے خلاف معلوم ہوتی ہے جو یہ ہے کہ انسان کو اس کی اپنی رضا و رغبت سے (خدا کو) ڈھونڈنے کا موقع فراہم کیا جائے اور خدا کے قرب کا راستہ دکھایا جائے تا کہ وہ خدا کو پالے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کر دے تو اسے اس انکار کے نتائج بھگتنا پڑیں گے۔

اس سورۃ میں مزید بتایا گیا ہے کہ انسان کو اپنے فیصلوں کے لئے خود مختار بنایا گیا ہے بصورت دیگر وہ محض ایک خود کار مشین بن جائے اور اپنے خالق کا عکس نہ بن سکتا جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ اسی لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال اور اخلاق میں (خدائی منصوبوں کے مطابق) ہم آہنگی پیدا کرے جس کے بغیر حقیقی اور سچی نجات ممکن نہیں ہے۔

مضامین کا خلاصہ

ابتداء میں ہی اس سورۃ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اپنے دلائل اور ثبوت خود مہیا کرتا ہے اور کسی بیرونی مدد اور سہارے کی ضرورت نہیں تا کہ وہ اپنے دلائل اور تعلیم کی سچائی ظاہر کرے۔ مزید بتایا گیا ہے کہ انسانی ضروریات کے لئے خدا نے ظاہری دنیا میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ یہی دلیل روحانی دنیا کے لئے ہے کہ وہاں بھی انسانوں کے ہم مرتبہ جوڑے ہوں گے۔ پھر نہایت موزوں طور پر اس سورۃ میں چند انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس مضمون کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کیا گیا ہے۔ جنہوں نے خدائی حکم کی تائید میں بنی اسرائیلیوں کو مصر سے نکالا۔ مزید تفصیل اس بات کی کہ سچائی ہمیشہ پھیلتی ہے اور بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے اور اس کی مخالفت ناکام ہوتی ہے اور پھر اس سورۃ میں بعض اور انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے جن میں حضرت ابراھیم، حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیھم السلام شامل ہیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی قوم پر بتوں کی پرستش کی حماقت اور ناکارہ ہونا ظاہر کیا۔ آپ کے ذکر کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی قوم نے ان کا اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ تمام معاشرتی تفریق کو مٹانا چاہتے تھے۔ آپ کے بعد حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے۔ دونوں نبیوں نے بھرپور کوشش کی کہ اپنی قوم کو یہ باور کروائیں کہ دنیاوی اور ظاہری طاقت کچھ چیز نہیں ہے مگر اچھے اخلاق اور روحانی قوت ہے جس پر انکی زندگی کا دارومدار ہے مگر ان کی قوم نے انکی تبلیغ اور تنبیہ کو ہوا میں اڑا دیا۔ حضرت لوط اور حضرت شعیب کی قوم نے بھی انہیں مسترد کر دیا۔ قوم لوط غیر فطرتی برائی (ہم جنس پرستی) میں مبتلا ہوگئی جبکہ قوم شعیب ناپ تول میں کمی سے کام لیتے ہے۔

اختتام پر اس سورۃ میں اسی مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے جس سے آغاز ہوا تھا کہ قرآن کریم خدا کی الہامی کتاب ہے اور اپنے دعویٰ کے مضبوط دلائل خود اپنے پاس سے مہیا کرتا ہے، مزید بتاتا ہے کہ سابقہ انبیاء نے اس کی سچائی کی تصدیق کی ہے اور بنی اسرائیل کے علماء بھی دل کی گہرائی سے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خدا کے الہامی الفاظ ہیں کیونکہ یہ ان کے صحف میں موجود پیشگوئیوں کو پورا کرتا ہے۔ اس سورۃ میں کفار کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات پر غور کریں کہ کیا وہ شیطان کا کام ہوسکتا ہے؟ یا آنحضرت ﷺ اپنے پاس سے اس (قرآن) کو بنا سکتے ہیں؟ اس سورۃ میں مزید بتایا گیا ہے کہ قرآنی تعلیمات صحف سابقہ سے گہری مشابہت رکھتی ہیں اور شیطانی لوگوں کو خدائی ماخذ تک رسائی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ شیطان محض جھوٹوں اور گناہگاروں پر اترتے ہیں اور جھوٹ گھڑتے ہیں اور کذب بیانی سے کام لیتے ہیں۔ شعراء ان جھوٹ کے پرستاروں سے متاثر ہوتے ہیں اسی لئے اخلاقی گراوٹ کے شکار لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ اور ان کے پیروکار فضول اور بے فائدہ طویل باتوں میں خوشی محسوس کرتے ہیں مگر جو بیان کرتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔

اس سورۃ کے اختتام پر آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو توحید اور اتحاد کا پرچار جاری رکھیں اور ان کی تربیت اسلامی اقدار کے فروغ کو مدنظر رکھ کر کرتے رہیں۔ آپ ﷺ کو مزید حکم دیا گیا ہے کہ عزیز اور رحیم خدا پر توکل رکھیں جس کی حفاظت اور پناہ میں آپ کے دن گزر رہے ہیں، جو بہت جلد مسلمانوں کے انتشار کے دن ختم کر کے ان کو امن و سلامتی والی جگہ میں جمع کر کے لے آئے گا اور وہ خدائے واحد کی عبادت مکمل حفاظت اور اطمینان سے کریں گے۔

☆...☆...☆

آج کی دعا

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ، وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ

(امام مالک کتاب الجامع)

ترجمہ:

’’میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ، اس کے غضب سے اور اس کے عذاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی وساوس سے اور اس بات سے کہ مجھے انکا سامنا کرنا پڑے‘‘۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی نیند میں ڈر جانے کی اور شیطانی وساوس سے بچنے کی دعا ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نیند میں ڈر جاتے تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے یہ دعا سکھلائی۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

تبرکات

ہستی باری تعالیٰ

(قسط نمبر 3)

(حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ)

میں دو نمبروں میں اپنے لیکچر کے ابتدائی حصوں کے نوٹ ہدیہ ناظرین کر چکا ہوں اور کسی چیز کے ثبوت کے ذریعہ اور ہستی باری تعالیٰ کے عقیدہ پر دہریوں کے اعتراضوں کے جوابات عرض کر چکا ہوں۔ اب اس نمبر میں وہ دلائل لکھتا ہوں جن سے ہم دہریوں پر خدا کے فضل سے ہستی باری تعالیٰ کو پایہ ثبوت تک پہنچا کر حجت پوری کر سکتے ہیں۔ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡٓ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔

دلیل اوّل

دنیا میں جس قدر قومیں آباد ہیں خواہ وہ متمدن ہوں یا غیر متمدن۔ تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل۔ آباد ملکوں میں زندگی بسر کرنے والی ہوں یا ویران جزیروں اور غیر آباد ٹاپوؤں میں۔ ان سب کا متفق علیہ مسئلہ اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ ایک کامل مقتدر ہستی کا ماننا ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب رائج ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے ان سب کا اصل اصول اعتقاد اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ ذات باری کا وجود باجود ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جاؤ۔ کرۂ ارض کے کسی قطعہ پر نظر ڈالو۔ کوئی قوم ایسی نہیں جو اس کامل ہستی کی منکر ہو۔ دنیا کی ایک قوم کی عادتیں دوسری قوم کی عادتوں کے مخالف ہیں۔ ایک کے قوانین دوسری کے قوانین کے مغایر ہیں۔ ایک کا مذاق دوسری کے مذاق کے خلاف ہے لیکن اس عقیدہ میں تمام قومیں متفق ہیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا اور ہماری ربوبیت کرنے والا ضرور موجود ہے۔ اسی صداقت کو قرآن حکیم بیان فرماتا ہے۔ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَھُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ (لقمان: 26) یعنی اگر دنیا کے لوگوں سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنے والا کون ہے تو فوراً بول اُٹھیں گے کہ ہمارا خالق اللہ ہے۔ اس عظیم الشان اتفاق اور ایسے بے نظیر اجماع کی وجہ صرف فطرت کی گواہی ہے۔ کیونکہ ہر ایک انسان کی فطرت اور اس کی سلیم کانشس اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس شہادت کا اقرار کرے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی (الاعراف: 173) یعنی انسان کی فطرت ہر وقت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو میری ربوبیت کر رہی ہے بلکہ ایک صحیح الفطرت انسان ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کا وہم و گمان نہیں کرسکتا کہ وہ ایک حاکم کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ خالق فطرت کا کلام فرماتا ہے۔ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (ابراہیم: 11) یعنی فطرت صحیحہ حیرانی سے ظاہر کرتی ہے کہ کیا خدا کے وجود میں بھی کوئی شک کرسکتا ہے۔ غرض ہستی باری تعالیٰ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر قومیں ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے وجود کی مقر ہیں۔ حالانکہ آپس میں ہر بات میں مختلف ہیں اور نہ ایسے وسائل ہی تھے کہ وہ قومیں آپس میں مل کر تبادلہ خیالات کر کے ایک عقیدہ پر متفق ہو جاتیں۔ سو وہ چونکہ سب اس عقیدہ پر متفق ہیں اس لئے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ عقیدہ ودیعت ہے ورنہ اگر فطرت میں نہ ہوتا بلکہ خارجی محرک اس کا موجب ہوتے تو یہ اتفاق نہ ہوتا۔ کیونکہ نہ وہ قومیں آپس میں ملیں نہ ان کا تبادلہ خیالات ہوا۔ کوئی امریکہ میں ہے اور کوئی افریقہ میں۔ کوئی ہندوستان میں ہے تو کوئی یورپ میں۔ نہ آج کی طرح ریل و تار اور ڈاک خانے تھے۔ اس لئے باوجود ظاہری محرک کے نہ ہونے کے اور آپس کے میل ملاپ کے بغیر ان کا اس عقیدہ پر متفق ہونا دلالت کرتا ہے کہ یہ عقیدہ فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اور جب فطرت میں یہ بات ودیعت ہے تو معلوم ہوا کہ خالق فطرت نے رکھا اور اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

دلیل دوم

بہت سی باتیں ہم صرف سن کر مانتے ہیں مثلاً لندن میں ہم کبھی نہیں گئے۔ لیکن جب لوگوں سے سنا اور قابل اعتبار لوگوں نے ہمارے سامنے اس کے وجود کی شہادت دی تو ہمیں اس کے موجود ہونے کا یقین ہوگیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ جن کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں جو ہمارے خیال میں سچ بولنے کے عادی ہیں وہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس شہر کو دیکھا۔ سو جب معمولی دنیاداروں کے کہنے سے ہم لندن کے وجود کے قائل ہو گئے تو کیا وجہ کہ ہم تمام دنیا کے راستبازوں اور صادقوں کی متفقہ شہادت سے انکار کریں اور ان کو جھٹلا دیں اور راستباز بھی وہ راستباز جنہوں نے راستی کی خاطر اپنی جان دے دی لیکن سچ بولنے سے منہ نہ موڑا۔ اپنے مال و متاع کو اپنی آنکھوں کے سامنے لُٹتے دیکھا لیکن صداقت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ان کے بیوی بچے اور رشتہ دار ان کی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے گئے لیکن ان کا قدم نہ ڈگمگایا۔ وہ سب متفق ہو کر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یقیناً ایک وراء الوراء ہستی موجود ہے اور وہ ہم پر خاص طور پر ظاہر ہوئی اور اس نے ہم سے تعلق پیدا کیا۔ دیکھو قتل جیسے اہم معاملہ میں صرف دو تین قابل اعتبار آدمیوں کی گواہی پر ایک شخص کو پھانسی دے دی جاتی ہے اور صرف چند بھلے مانس آدمیوں کی شہادت پر ایک شخص کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔ تو کیوں اُس گواہی کو ردّ کیا جائے جو تمام دنیا کے راستبازوں کی طرف سے ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

دنیا کے ابتداء کی طرف جاؤ۔ ابو البشر آدم صفی اللہ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا کہہ کر خدا کے وجود کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر پارسیوں کو لو۔ ان کے نبی بھی خدا کے وجود کی شہادت دے رہے ہیں۔ پھر وید کے رشیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ ایک وراء الوراء ہستی ہے۔ پھر یہودیوں اور عیسائیوں کے راستباز بھی اسی پر متفق نظر آتے ہیں۔ پھر سب کے بعد خیر

الانس والجان نے بھی دنیا کے سامنے یہی شہادت پیش کی۔ اب کیا ہم ان تمام راستبازوں کی گواہی کو ردّ کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں سوائے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

غرض کہ تمام دنیا کی مختلف قوموں کے راستبازوں کا متفق ہو کر خدا کے وجود کا اقرار کرنا اس کے واقعہ میں موجود ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔

تیسری دلیل

خدا تعالیٰ کی ہستی کی تیسری دلیل دعا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَ لۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ (البقرہ: 187)

یعنی جب میرے بندے میری ہستی کی کوئی دلیل تجھ سے پوچھیں تو تُو ان کو کہہ دے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کی ایک زبردست دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور اس کے پیارے بندے جب مشکلات میں گھِر جاتے ہیں۔ تمام دنیا ان کی دشمن ہو جاتی ہے۔ ظاہری سامان اور اسباب ان کے مخالف ہوتے ہیں اور مصیبتوں سے مخلصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ لیکن جب وہ بندہ ایسی حالت میں اپنے مولیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس کے حضور گڑگڑاتا ہے اور اس کے آگے اپنی مصیبتوں کا اظہار کرتا ہے تو معاً حالت بدل جاتی ہے۔ سب دشمن ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ان کی سب شرارتیں رک جاتی ہیں۔ تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اب بتاؤ کہ اگر کوئی قادر مقتدر ہستی نہیں اور کسی وراء الوریٰ ذات کا وجود موجود نہیں تو ان مصیبتوں میں گھرے ہوئے بندوں کی مصیبتوں کو کس نے دور کیا۔ اگر کہو کہ اسباب نے تو یہ تو غلط ہے۔ کیونکہ ظاہری سامان تو ان کے مخالف ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت نوحؑ اکیلے ہیں۔ ساری قوم مخالف ہے۔ وہ تکلیفیں دیتی ہے اور کوئی مددگار نہیں۔ نہ آپ کے پاس حکومت ہے جس کے ذریعہ دشمنوں کو روکیں۔ ہر طرف سے مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں: اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ

فَانۡتَصِرۡ(القمر:11) (یعنی اے میرے رب!) میری مدد کر میں مغلوب ہوں۔ اب بتاؤ کیا یہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ان کی قوم تباہ نہیں ہوئی؟ کیا حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی مصیبتوں سے رہا نہیں ہوئے؟ ضرور ہوئے۔ پھر بتاؤ کہ اگر کوئی قادر مقتدر ہستی نہیں تو حضرت نوحؑ کی کس نے مدد کی؟ پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو دیکھو۔ وہ عرض کرتے ہیں: رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (البقرہ:130) یعنی اے میرے خدا! ملک عرب کے رہنے والوں میں ایک نبی مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کے سامنے پڑھے اور کتاب وحکمت انہیں سکھائے۔ لیکن ملک عرب کی حالت کو دیکھو۔ سب گنوار، جاہل، اُجڈ، بات بات پر لڑمرنے والے، نہایت کندہ تراش ہیں۔ ایک شخص بھی اس قابل نہیں کہ وہ ابراہیمی دعا کا مصداق بن سکے۔ مگر ابراہیمؑ کی دعا سنی گئی اور دو ہزار برس بعد انہیں نالائقوں میں سے ایک لائق پیدا ہوا اور اُمّی ہو کر سب عالموں سے بڑھ گیا اور ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوگئی اور یہ خارق عادت طور پر دعا کا قبول ہونا ہی دلالت کرتا ہے کہ ایک بااقتدار دعاؤں کے سننے اور قبول کرنے والی ہستی موجود ہے۔

پھر حضرت مسیح ناصریؑ کو دیکھو۔ وہ ساری رات دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ اور ادھر یہودی مخالف ہیں۔ عدالت قتل کا فتویٰ دیتی ہے۔ کوئی سامان موجود نہیں۔ مگر صادق راستباز کی دعا ضائع نہیں گئی۔ خدا تعالیٰ نے مسیح کو بچا لیا اور صلیب پر لٹکنے کے دو تین گھنٹہ کے بعد آندھی آ گئی۔ دوسرے دن سبت تھا۔ پلاطوس کو رحم آ گیا اس کی بیوی کے پاس خواب میں مسیحؑ کی سفارش کرنے کیلئے فرشتہ آیا۔ ساتھ کے چوروں کی ہڈیاں توڑ دی جاتی ہیں لیکن مسیحؑ اس مصیبت سے بچ رہتا ہے۔ پھر نیم مُردہ لاش بھی یہودیوں کے ہاتھ نہیں آتی بلکہ ایک خیر خواہ شاگرد کو ملتی ہے اور اس طرح مسیحؑ اس لعنتی موت سے بچ جاتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بھلا بتاؤ کیا مسیح کی یہ دعا اور اس کی قبولیت خدا تعالیٰ کی ہستی کی ایک دلیل نہیں؟

پھر رسول کریمؐ کے حالات پر غور کرو۔ مدنی زندگی اور صحابہؓ کی قلت، دشمن کی کثرت پر نظر ڈالو۔ دشمن بڑے فخر اور تکبر کے ساتھ ایک بڑی جمعیت اور سامان لے کر چڑھائی کرتا ہے۔ ادھر آپؐ کے پاس نہ جمعیت نہ سامان۔ بدر کے مقام پر دونوں گروہوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی فتح کی کوئی سبیل نہیں۔ لیکن رسول کریمؐ ایک بیت الدعا بنا کر اس میں بڑے عجز و انکسار سے خدا کے حضور دعا کرتے ہیں اور ایسی تڑپ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ خونخوار دشمن تباہ ہو جاتا ہے اور وہ بے سر وسامان جماعت فاتح ہو جاتی ہے۔ کیا یہ دعا کا نتیجہ نہیں؟ اگر ہے تو ذرا خیال کرو کہ اگر کوئی عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہستی نہیں ہے تو یہ تبدیلیاں کس کے دست تصرف سے ظہور پذیر ہوئیں؟ پھر آج مسیح موعود کا زمانہ لو۔ آپؑ کی دعاؤں کو دیکھو۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں دعائیں پوری ہوئیں۔ قریب المرگ بیمار صرف ایک ہی دعا سے ازسر نو زندہ ہوئے۔ مصیبتوں، بلاؤں اور مقدموں میں گرفتار لوگ جن کی مخلصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی محض آپؑ کی دعا سے اپنی تمام مشکلات سے صاف نکل آئے۔ دشمن برباد ہوئے اور دوست شاد۔ پنڈت لیکھرام کا مارا جانا، سگ گزیدہ عبدالکریم کا بچ جانا، طاعون کا پنجاب میں پھوٹنا، آپ کا مقدموں میں فتح پانا۔ کیا یہ قبول شدہ دعاؤں کا نمونہ نہیں اور کیا دعا کی قبولیت خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت نہیں کرتی؟ کرتی ہے اور ضرور کرتی ہے۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل خدا کی ہستی کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعویٰ کیا کہ خدا ہے وہ ضرور کامیاب ہوئے اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ خائب و خاسر رہے۔ اگر خدا نہ ہوتا تو یہ تفرقہ کیوں ہوتا۔ یہ بات صرف دعویٰ کے رنگ میں نہیں بلکہ واقعات پر اس کی بناء ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیمؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا کہ خدا ہے۔ نمرود نے انکار کیا اور ابراہیمؑ کا مقابلہ کیا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ابراہیمؑ کامیاب ہوئے اور نمرود ناکام رہا۔ پھر موسیٰؑ کی حالت کا مشاہدہ کرو۔ وہ فرعون جیسے جبار بادشاہ کے پُرہیبت دربار میں دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا ہے۔ مگر فرعون اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی کہہ کر انکار کرتا ہے۔ پھر جو نتیجہ نکلا وہ دنیا جانتی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آیا۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کو پیش کرنے دنیا میں آئے۔ یہود نے آپ کی تکذیب کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج یہودی دنیا میں تمام قوموں سے ذلیل و خوار ہیں۔ ایک چپہ زمین بھی ان کے قبضہ میں نہیں۔ پھر سب کے سردار خیر الرسلؐ کی باری آئی۔ آپؐ نے مکہ والوں کے سامنے خدا کا وجود پیش کیا لیکن بدبختوں نے انکار کیا اور سب کے لیڈر سید الوادی ابو الحکم نے مقابلہ کیا۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ کس طرح تباہ ہوا اور ابو الحکم سے ابوجہل بن گیا۔ پھر مسیح موعودؑ کا دور آیا اور تمہاری آنکھوں کے سامنے اس نے دنیا کو پکارا۔ لیکن مولویوں نے مخالفت کی اور اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ان کا سرگروہ بنا۔ لیکن کیا مخالف کامیاب ہوئے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ناکام رہے اور مسیح موعودؑ کامیاب ہوا۔

غرض تمام وہ صادق راستباز جو خدا کے وجود کا اقرار کرنے والے تھے کامیاب ہوئے۔ اور تمام مخالف ناکام اور یہ بات خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اس دلیل کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس طرح پر بیان فرماتا ہے: وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَ O اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ O وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ O (الصافات: 172-174) اور ایک مقام پر فرمایا: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22)

☆...☆...☆

سانحہ ارتحال

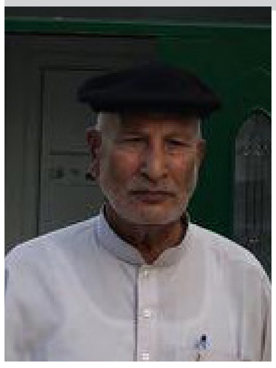

محترمہ عتیقہ عزیز باجوہ صاحبہ، گروس گیراؤ جرمنی تحریر کرتی ہیں کہ میرے والدمحترم چوہدری عزیز احمد باجوہ صاحب (گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان) مورخہ 12 ستمبر 2020ء بروز ہفتہ بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ پچھلے چند سالوں سے معدہ، پھیپھڑوں، خون کی کمی جیسے مختلف عوارض میں مبتلا تھے۔ آخری ایام میں آپ کے گردوں کا بھی ڈائیلسس شروع ہوگیا تھا۔ وفات کے روز بھی اسی سلسلہ میں طاہر ہارٹ ربوہ میں داخل تھے۔

آپ نہایت شفیق اور ہمدرد باپ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر ایک محنتی، حوصلہ مند، باہمت اور ایک جرات مند انسان کی حیثیت سے بسر کی۔ آپ نے فوج کی نوکری کی تھی اور اس کا اثر تمام عمر آپ کی طبیعت میں رہا۔ ہمیشہ اپنے کاموں میں چوکس اور کمر بستہ رہتے۔ فوج سے پنشن کے بعد آپ گورنمنٹ اسکولوں میں بطور پی ٹی آئی ٹیچر بھی ملازم رہے۔ آپ ایک نیک، تہجد گذار اور پنجوقتہ باجماعت نماز کا التزام کرنیوالے، مخلص احمدی اور داعی الی اللہ تھے۔ اپنی بیماری میں بھی کبھی ان باتوں میں کمزوری نہیں دکھائی۔ حالات جیسے بھی ہوں ہمیشہ نماز اور خصوصًا نماز فجر مسجد میں جاکر ادا کرتے تھے۔ آخری ایام میں بیماری کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بہت ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ اپنوں اور غیروں، چھوٹوں اور بڑوں گویا سب سے ہمدردی اور دلجوئی آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کا آبائی گاؤں 312 ج ب کتھو والی گوجرہ تھا۔

آپ نے اپنے بعد ہماری والدہ محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ، ایک بیٹا مکرم بابر عزیز باجوہ اور بیٹیوں میں مکرمہ اریبہ عزیز باجوہ نیز خاکسار کے علاوہ بہو، داماد اور پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کہ وہ ہم سب کو صبر اور حوصلہ سے اس جدائی کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خود ہماری ڈھارس بنے۔ آمین

خدا تعالیٰ ہماری والدہ صاحبہ کو صحت اور درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین

آپ موصی تھے۔ موجودہ وبائی حالات کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ بہشتی مقبرہ ربوہ کے جنازہ گاہ میں ہی ادا کی گئی۔ ان حالات کے باوجود ایک کثیر تعداد نے نماز جنازہ اور تدفین میں شمولیت اختیار کی اور تعزیت کی۔ اللہ ان سب کو اس کی بہترین جزا دے۔ آمین

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنا خاص فضل کرتے ہوئے میرے والد سے مغفرت کا سلوک کرے اور ہمیشہ انہیں اپنے قرب میں جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو ان کی اولاد اور اگلی نسلوں میں بھی جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تعارف صحابہؓ

حضرت بابو محمد رشید خان صاحب رضی اللہ عنہ آف گوجرانوالہ

مرتبہ: غلام مصباح بلوچ

حضرت بابو محمد رشید خان صاحب رضی اللہ عنہ ولد مکرم خدا بخش صاحب مرحوم قوم افغان مہمند گوجرانوالہ شہر کے رہنے والے تھے اور بطور سٹیشن ماسٹر ریلوے میں ملازم تھے۔ آپ کی والدہ حضرت بیگم بی بی صاحبہؓ (وفات: مئی 1946ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) صحابیہ و موصیہ تھیں۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت محمد حسین خان صاحب ٹیلر ماسٹر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کی، اُس وقت آپ احمدیت کے سخت مخالف تھے لیکن رفتہ رفتہ آپ بھی احمدیت کے قائل ہو گئے اور 1905ء میں قادیان جاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپ کے بھائی حضرت محمد حسین خان صاحبؓ ٹیلر ماسٹر حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں اپنی پہلی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''..... میں نے عرض کیا کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے اس کے واسطے دعا کریں کہ وہ احمدی ہو جائیں۔ میں نے اس کے واسطے اخبار بدر بھی جاری کرایا ہے اور جو حضور کی کتب بھی ملتی ہیں وہ بھی اسے دیتا ہوں اور وہ اس کو ہاتھ نہیں لگانا پسند کرتا۔ کہتا ہے کہ اس میں جادو بھرا ہوا ہے اور جو پڑھتا ہے وہ مرزائی ہو جاتا ہے۔ حضور دعا فرماویں کہ وہ سلسلہ حقہ میں داخل ہو جاوے۔ حضورؑ نے فرمایا: آپ کے ارادے نیک ہیں خدا آپ کو بڑی کامیابی دے گا ....

پھر ایک دفعہ بابو محمد رشید کا کچھ مدت بعد احمدیت کی طرف رجحان ہو گیا کچھ میرے ساتھ تبادلہ خیالات ہوا۔ اس کے بعد چار آدمی میرے ساتھ بیعت کے واسطے قادیان آنے کو تیار ہو گئے (1) بابو محمد رشید (2) مولوی محبوب عالم (3) مستری علم دین اور چوتھے کا مجھے نام یاد نہیں پھر میں ان چاروں شخصوں کو قادیان لا کر بیعت کرا دی ...''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 97۔ وسیرت المھدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 719)

بیعت کے بعد آپؓ اخلاص و وفا میں بہت ترقی کی اور احمدیت کے ایک مخلص خادم ثابت ہوئے۔ بعد ازاں آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اور محلہ دار الرحمت میں رہائش رکھی۔ 1938ء میں جبکہ آپ رشکئی ضلع مردان میں سٹیشن ماسٹر تھے، اپنی روایات قلم بند کراتے ہوئے بیان کیا:

''بندہ کو جس طرح سے چند ایک باتیں حضرت اقدس جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یاد ہیں، ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔ بعض باتیں میرے بچپن کی وجہ سے یاد نہیں رہ سکیں۔

حضور اقدسؑ کی زیارت کا شرف عاجز کو پہلے پہل 1904ء کو ریلوے سٹیشن گوجرانوالہ گاڑی میں جب کہ حضور اقدسؑ جہلم والے مقدمہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے (یہ سہو ہے۔ اگر 1904ء ہے تو پھر سفر سیالکوٹ تھا اور اگر سفر جہلم ہے تو پھر 1903ء ہونا چاہیے۔ ناقل) حاصل ہوا۔ حضورؑ خندہ پیشانی تھے اور ریش مبارک مہندی رنگی تھی۔

(2) لاہور ایک جلسہ پر جو عقب مقبرہ داتا گنج بخش صاحب منڈوا میں 1904ء میں ہوا، یہ خاکسار بھی گیا تھا۔ تمام منڈوا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا حضور اقدسؑ تقریر کے لئے ایک بند بگھی میں تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ ان دنوں بند بگھی کی سواری ایک اعلیٰ سواری شمار کی جاتی تھی۔ بندہ نے سڑک پر جاتے ہوئے تین بگھیاں یکے بعد دیگرے جلسہ گاہ کو جاتی دیکھیں۔ جن میں سے درمیان کی گاڑی پر آگے پیچھے دو دو آدمی بیٹھے اور کھڑے تھے۔ جن کے کندھوں پر میں نے ننگی تلواریں دیکھیں اور تمام سڑک پر جس راہ سے حضور اقدس تشریف لے جارہے تھے فوجی پہرہ تھا اور اسی طرح عاجز کو یاد ہے اور نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ جلسہ گاہ میں حضور اقدسؑ ایک سبز کپڑے والی کرسی پر تشریف فرما تھے اور پشت کی طرف پہرہ کا انتظام تھا۔

(3) اس خاکسار نے جب کہ ریلوے سٹیشن کا لیکی پر سگنیلر تھا، 1905ء میں حضرت اقدسؑ کے دستِ مبارک پر مع تین اور دوستوں کے جن کا سٹیشن مذکور پر بندہ کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اخبار بدر جو بندہ کے بڑے بھائی خان صاحب محمد حسین خان صاحب عاجز کے نام جاری کرایا ہوا تھا ہم آپس میں پڑھا کرتے تھے، بیعت کی۔ (اور اس کے بعد میں رہائش کے طور پر گوجرانوالہ نہیں گیا۔ جو میری پیدائشی جگہ ہے) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دریچہ کے راہ سے جو مسجد مبارک کے شمالی جانب دیوار میں اور آج کل درمیانی کھڑکی ہے۔ یعنی ایک دروازہ اور ایک کھڑکی کے درمیان میں جن سے عموماً اور خاص مواقع پر حضرت امیر المؤمنین فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نمازوں کے لئے تشریف لایا کرتے ہیں۔ خادمانِ حضور جوشِ محبت سے اس طرح آگے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے جس طرح پروانے روشنی پر آگے بڑھ بڑھ کر قربان ہو ہو جاتے ہیں اور ایسے خوش و خرم معلوم ہوتے تھے جیسے دنیا کی بادشاہت مل جاتی ہے اور آپس میں اس قدر محبت کا نظارہ معلوم ہوتا تھا جو حضورؑ کے ارشاد کے ماتحت رشتوں ناطوں سے کہیں بہت بڑھ کر بلکہ عدیم المثال تھا۔

(4) حضور اقدسؑ کا حلیہ مبارک جو اس عاجز کو یاد ہے، ریش مبارک کے بال مہندی رنگے مٹھی برابر اور سیدھے تھے اور چہرہ مبارک گندمی رنگ تھا۔ پیشانی کشادہ اور قد میانہ تھا۔

(5) حضور اقدسؑ جب نماز کے لئے باہر تشریف فرما ہوتے تو جماعت خود نہیں کراتے تھے بلکہ حکیم الامت حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو بعد وفات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ المسیح اوّل ہوئے جماعت کرایا کرتے اور آنحضور ان کے دائیں جانب کھڑے ہوتے اور نماز گزارتے یعنی فرائض اور سنتیں اندرون خانہ (یعنی فرائض ادا کرنے کے بعد جلدی یا دیر سے اندر تشریف لے جاتے تھے)۔

(6) ہم اُن دنوں بہت خوش ہوا کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے۔ جب مسجد میں دیکھتے کہ بہت بڑا ہجوم ہے۔ وہ ہجوم کیا ہوتا تھا؟ یعنی (1) مسجد کی جگہ تو صرف اتنی تھی جس کا طول اندرونی سیڑھیوں سے لے کر اس جگہ تک تھا جہاں سامنے ایک دریچہ ہے۔ جس کے اوپر حضرت اقدسؑ کے الہامات (مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا وغیرہ لکھے ہوئے ہیں) والا بورڈ یعنی تختہ لٹک رہا ہے اور عرض اس کا دریچوں والی شمالی دیوار سے پہلے ستون تک تھا اور ساری جگہ قریباً پچیس تیس نمازیوں کے لئے کافی تھی۔ ایک دفعہ بڑا بھاری ہجوم ہو گیا کہ مسجد مبارک میں جگہ تنگ ہو گئی۔ تو عاجز نے مع چند اور دوستوں کے اُس دریچہ سے اندر کے کمرہ میں نماز ادا کی جس میں سے حضورؑ باہر تشریف فرما ہوتے۔

(7) بندہ جب ریلوے سٹیشن بہاولپور غربی پر 1908ء میں سگنیلر تھا اور چوہدری غلام حسن صاحب مرحوم سٹیشن ماسٹر احمدی تھے (جو بعد میں بیعتِ خلافت سے محروم رہے) دس روز کی رخصت پر جارہے تھے تو بندہ بھی بغیر اجازت و رخصت اُن کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اُن دنوں حضرت اقدسؑ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ بندہ بھی لاہور پہنچ گیا اور مورخہ 25-5-1908 کو بعد نمازِ عصر جو حسبِ معمول حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پڑھائی اور حضور اقدس دائیں جانب نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور حضور اقدسؑ کچھ دیر تشریف رکھنے کے بعد اندر خانہ تشریف لے جانے کو تھے تو یہ خاکسار اس ڈیوڑھی کے دروازہ کے آگے اس خیال سے بیٹھا تھا کہ بھیڑ میں شاید مصافحہ کا موقع نہ مل سکے تو یہاں بخوبی مصافحہ ہو سکے گا۔ حتیٰ کہ حضورؑ کے اٹھتے ہی بہت ہجوم ہو گیا اور عاشق پروانوں کی طرح گرنے لگے اور دھکوں کے تھپیڑ سے یہ عاجز اس چھوٹے کمرے یعنی ڈیوڑھی کے اندر آ گیا۔ جہاں سے حضور اقدسؑ نے اندر تشریف لے جانی تھی۔ حضور اقدسؑ جب مصافحوں سے فارغ ہوئے تو اُس ڈیوڑھی میں آن پہنچے تو اس طرح خادم نے حضورؑ سے شرف مصافحہ حاصل کیا کہ بہت دیر تک حضور اقدسؑ کے دستِ مبارک کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کھڑا رہا اور دعا کے لئے عرض کرتا رہا۔ اور حضور اقدسؑ بھی خندہ پیشانی کھڑے رہے اور اپنا دستِ مبارک ہر گز پیچھے نہ کھینچا بلکہ آج تک بخوبی یاد ہے کہ نہ ہی حضورؑ نے پیچھے کھینچا اور نہ اس خادم نے۔ اس سے حضور حضرت جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کی عادت مبارک معلوم ہوتی ہے کہ حضور خود بخود اپنا دستِ مبارک ہر گز پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ اس ہاتھ کی برکت سے یہ غلام کئی قسم کے بڑے بڑے ابتلاؤں سے بچا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ والسلام

خاکسار محمد رشید خان (سٹیشن ماسٹر رشکئی) مہاجر محلہ دارالرحمت قادیان دارالامان''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 381-396)

اسی طرح رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 میں بھی آپ کا مختصر ذکر موجود ہے جہاں آپ نے اپنے تین ایڈریس لکھوائے ہیں یعنی:

پتہ سابق گوجرانوالہ گلی دلیپ سنگھ

پتہ حال 1۔ دارالرحمت رشید منزل، قادیان دارالامان

2۔ ملازمت کا پتہ سٹیشن ماسٹر ریلوے سٹیشن رشکئی (Rashkai) ضلع پشاور

جب سے بیعت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کبھی گوجرانوالہ نہیں گیا سوائے کسی ضرورت کے۔ جب رخصت حاصل کرتا سیدھا قادیان پہنچتا اور ساری رخصت وہاں گزارتا۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 صفحہ 275)

جیسا کہ ذکر ہوا آپ سلسلہ احمدیہ کے مخلص خادم تھے، جہاں جاتے تبلیغ و تربیت کا کام ساتھ کرتے رہتے۔ خلافت کے ساتھ بھی نہایت وفا اور اطاعت کا تعلق تھا۔ خلافت ثانیہ کے آغاز میں ایک دفعہ اخبار الفضل نے آپ کا ایک خط درج کرتے ہوئے لکھا:

''لاہور سے بابو محمد رشید خان صاحب سٹیشن ماسٹر سکھیکی لکھتے ہیں کہ

چند دنوں سے لاہور میں مکرم معظم میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر مقیم ہوں۔ ایک روز سٹیشن ماسٹر صاحب کے روبرو کلرکوں سے مذہبی گفتگو کے دوران میں حضرت مسیح موعودؑ کے کرشن ہونے کا ذکر آ گیا۔ سٹیشن ماسٹر صاحب نے تو یہ کہہ دیا کہ میں مذہبی باتوں میں دخل نہیں دیتا اور دوسرے کلرک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے۔ پھر مجھے وزیر آباد جانے کا اتفاق ہوا تو راستہ میں گوجرانوالہ اُترا، وہاں ایک غیر مبائع سے گفتگو ہوئی تو وہ کہنے لگے کیا تم مجھے یہ بات لکھ کر دے سکتے ہو کہ میاں صاحب سچے اور حق پر ہیں! مَیں نے کہا میں حلفًا لکھ کر دے سکتا ہوں کہ میاں صاحب حق پر ہیں۔ کیا آپ مجھے یہ بات حلفًا لکھ کر دے سکتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب حق پر نہیں تو انھوں نے اس بات سے گریز کیا۔ جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا‘‘

(الفضل 21؍اکتوبر 1915ء صفحہ 2)

آپ بطور آنرری مبلغ بھی جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان ایک جگہ ’’آنرری مبلغ محمد رشید خان صاحب کی قابل قدر مثال‘‘ کے تحت لکھتے ہیں:

’’آنرری مبلغین میں سے محمد رشید خان صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر محلہ دار الرحمت خاص طور پر قابل قدر مثال ہیں۔ انھوں نے ریٹائرڈ ہونے سے پہلے جو رخصت لی تھی، اُس میں بھی آنرری تبلیغ میں حصہ لیتے رہے چنانچہ موضع تلونڈی جھنگلاں میں نماز جمعہ پڑھانے اور اصلاح جماعت میں کوشش کرنے کے لیے برابر جاتے رہے اور جب کبھی کسی اور موقعہ پر ان کو جانے کے لیے کہا گیا، انھوں نے بخوشی قبول کیا۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد انھوں نے موضع بسراواں کی جماعت میں جمعہ پڑھانے کا کام اپنے ذمہ لیا اور اس کو اس خوبی سے نبھا رہے ہیں کہ عام طور پر ایسی مثال دیکھنے میں نہیں آتی۔ اگر ان کو کسی کام کے لیے قادیان سے باہر جانا پڑتا ہے تو بھی وہ اس کام کے لیے باہر سے جمعہ کے دن آ جاتے ہیں اور جمعہ پڑھا کر پھر واپس جاتے ہیں۔ جماعت کے حالات کی مفصل رپورٹ دفتر دعوۃ و تبلیغ میں بھجواتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ مثال اہل قادیان کے لیے ایک خاص نمونہ ہے جبکہ بعض دوست قادیان رہتے ہوئے بھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جمعہ پڑھانے کے لیے جانا اپنے لیے دوبھر اور تکلیف بالائے طاق سمجھتے ہیں۔ یہ نیک انسان کسی کام اور ضرورت سے باہر جانے پر بھی جمعہ کے دن اپنا خرچ کر کے اس گاؤں میں تشریف لے جاتے ہیں جو اُن کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ قادیان میں جمعہ پڑھنے کے لیے تو لوگ باہر سے آیا ہی کرتے ہیں غالبًا یہ ایک واحد مثال ہے کہ اپنے ذمہ لیے ہوئے کام کے لیے فرضِ منصبی کے طور پر باہر سے خرچ کر کے قادیان آتے ہیں اور پھر قادیان سے باہر جمعہ پڑھانے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جمعہ پڑھا کر رپورٹ دے کر پھر اپنی ضرورت کے مطابق جہاں سے آتے ہیں وہاں واپس چلے جاتے ہیں۔ اہل قادیان کو اس سے سبق لینا چاہیے۔‘‘

(الفضل 27؍اپریل 1940ء صفحہ 6)

آپ نے مؤرخہ 3؍جنوری 1945ء کو وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 4115) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیے گئے۔ اخبار الفضل نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا:

’’افسوس بابو محمد رشید صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے، پرسوں کاکا میں بعمر 59 سال وفات پا گئے۔ آج بذریعہ گاڑی نعش یہاں لائی گئی اور بعد نماز جمعہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔‘‘

(الفضل 6؍جنوری 1945ء صفحہ 1)

آپ نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ تھیں جن کی وفات پر آپ نے لکھا: ’’عاجز کی بیوی صغریٰ بیگم 29؍جنوری فوت ہوگئی۔ مرحومہ کو قرآن مجید و صحیح بخاری پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دعائے مغفرت فرمائی جائے۔ محمد رشید خان سٹیشن ماسٹر کوٹ وزیرستان‘‘ (الفضل 17؍فروری 1925ء صفحہ 2) ان سے ایک بیٹے عبدالرشید اور دو بیٹیاں محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ (وفات: 16؍دسمبر 2001ء۔ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ زوجہ صاحبزادہ محمد طیب صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ) اور امۃ الرحمٰن نسیم تھیں۔

دوسرا رشتہ حضرت مستری عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ (بیعت: 1902ء۔ وفات: 17؍ستمبر 1977ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) کی بیٹی محترمہ برکت بی بی کے ساتھ ہوا، آپ نے الفضل میں اعلان کراتے ہوئے لکھا: ’’عاجز کا نکاح ..... مسماۃ برکت بی بی بنت مستری عبدالحکیم سیالکوٹی صاحب کے ساتھ مبلغ پانسو روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھا۔‘‘ (الفضل 18؍فروری 1927ء صفحہ 2) ان سے ایک بیٹی امۃ الکریم تھیں۔

تیسری شادی دہلی میں محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی جن سے دو بیٹے سلیم احمد خان، نعیم احمد خان اور ایک بیٹی امۃ المجیب تھے۔

(نوٹ: اولاد کی معلومات آپ کی نواسی محترمہ سیدہ ناصرہ لطیف صاحبہ امریکہ نے دی ہیں، جزاھا اللہ تعالیٰ)

بقیہ: ماہانہ انفرادی رپورٹ فارم برائے اراکین مجلس انصار اللہ کینیڈا...... از صفحہ 8

کے اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا ’’تینوں ذیلی تنظیمیں ماہانہ رپورٹس براہ راست مجھے بھجوایا کریں۔ لندن دفتر پرائیویٹ سیکریٹری میں تینوں ذیلی تنظیموں کے شعبے ہیں۔ ان کے آفسرز ہیں جو سارا ریکارڈ رکھتے ہیں اور رپورٹس پر باقاعدہ میری طرف سے ہدایات بھجوائی جاتی ہیں۔‘‘

(بحوالہ سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 374)

یوں سمجھیں کہ شعبہ تربیت خواہ جماعت کا ہو یا ذیلی تنظیم کا ہو اس کو اراکین مجلس کی اصلاح کا کوئی بھی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اپنا زیرو پوائنٹ مقرر کرنا پڑے گا۔ یہ جائزہ فارم دراصل وہ زیرو پوائنٹ ہے جس سے یہ اعداد و شمار اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ کتنے ہیں جو باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، جو باقاعدہ جمعہ پڑھتے ہیں، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ سنتے ہیں، تلاوت قرآن کرتے ہیں، یا تعلیمی نصاب میں دی گئی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ؟ یہ تمام سوالات وہ ہیں جو ہمارے پیارے امام ہم سے پوچھ رہے ہیں۔ تو وہ کون سا احمدی ہوگا جو اپنی جان سے بھی پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان کے جوابات نہیں دے گا۔ اس فارم کے ذریعے جو بھی اعداد و شمار ملتے ہیں ان کو بنیاد بناتے ہوئے ٹھوس مربوط بنیادوں پر ملکی سطح پر مجلس انصار اللہ تربیتی خلاء کو دور کرنے کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کی روشنی میں کوششیں کرتی ہے۔

ایک غلط سوچ کی درستی

آئیے اب آخری سوال کا جواب اپنے پیارے امام کے بابرکت الفاظ میں سنتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

’’اسی طرح میں یہاں ایسے لوگوں کی درستی کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ نہ ہمیں نمازوں کے متعلق کہو، نہ پوچھو کیونکہ یہ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ کئی عورتوں کی شکایت آتی ہے کہ اگر ہم اپنے خاوندوں کو توجہ دلائیں تو وہ لڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ یہ بیشک بندے اور خدا کا معاملہ ہے لیکن توجہ دلانا اور پوچھنا نظام جماعت کا کام ہے۔ اسی طرح بیویوں کا بھی کام ہے بلکہ فرض ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ مرضی ہوئی تو پڑھ لوں گا، نہ ہوئی تو نہیں۔ یا فجر کی نماز پر ہم گہری نیند سوتے ہیں اور دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے رات کو گہری نیند آتی ہے اس لئے ہمیں جگانا نہیں۔ اگر یہ مرضی پر ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ بیوی اور خاوند کو یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جو نماز کے لئے پہلے جاگے وہ دوسرے کو نماز کے لئے جگائے اور اگر نہ جاگے اور سستی دکھائے تو پانی کے چھینٹے مارے۔ بعض جگہ تو آپ نے بہت زیادہ سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ گزشتہ جمعہ میں بعض احادیث میں نے پیش بھی کی تھیں۔ پس یہ سوچ غلط ہے کہ ہم ایسے معاملے میں آزاد ہیں۔ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے جس نظام سے آپ کو منسلک کر رہے ہیں اگر وہ اپنی جماعت کا جائزہ لینے کے لئے نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو بجائے چڑنے اور غصہ میں آنے کے تعاون کرنا چاہئے۔ ہاں اگر انسان خود نمازیں پڑھ کر دنیا کو بتانے والا ہو اور بتاتا پھرے اور بڑے فخر سے بتائے کہ میں نمازیں باجماعت پڑھتا ہوں تو پھر یہ برائی ہے اور غلط ہے۔ بہرحال ہر ایک پر نمازوں کی اہمیت واضح ہونی چاہئے اور اس کے لئے اسے بڑے اہتمام سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 27 جنوری 2017ء)

حرف آخر

سوائے عزیز انصار بھائیو! انصار اللہ کے بعد تو اگلی زندگی کا ہی سفر تو ہے۔ اگر ہم اپنا کم از کم ہر ماہ ہی محاسبہ کر کے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوششیں کریں گے اور اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے کچھ محنتیں کر لیں گے اور کچھ زاد راہ بنا لیں گے تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ وقت واپسی آسمان سے یہ آواز ہمارے لئے بلند ہو

’’اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنتوں میں داخل ہو جا۔‘‘ (الفجر: آیات 28 تا 31)

آئیے ہم خدا سے اس کے فضلوں کی امید لگاتے ہوئے اس آسمانی آواز کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اپنے جائزے لیتے ہوئے بغیر اس سوال میں الجھتے ہوئے کہ ہم انفرادی رپورٹ فارم کیوں پر کریں؟ اس کا کیا فائدہ؟

☆...☆...☆

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ماہانہ انفرادی رپورٹ فارم برائے اراکین مجلس انصار اللہ کینیڈا

(خالد محمود شرما۔ کینیڈا)

اراکین مجلس انصار اللہ کینیڈا کو ہر ماہ آن لائن انفرادی رپورٹ (جائزہ) فارم پُر کرنے کے لئے درخواست کی جاتی ہے ۔یہ فارم چند بنیادی تربیتی سوالوں پر مشتمل ہوتا ہے کہ مثلاً باقاعدگی سے پنج وقتہ نمازوں کا ادا کرنا، تلاوت قرآن کرنا، نماز جمعہ پڑھنا، حضور انور کے خطبات سننا، تعلیمی نصاب کی کتاب کا مطالعہ کرنا ،وغیرہ ۔مگر اکثر مشاہدہ میں یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ ایک بھاری تعداد انصار بھائیوں کو اس فارم کو پُر کرنے میں انقباض محسوس ہوتا ہے یا غیر سنجیدگی اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔زعماء مجالس کو ہر ماہ اس مشق کے دوران بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انصار بھائیوں کی طرف سے درج ذیل سوالات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے ۔

1 .اس فارم کو پُر کرنا کیوں ضروری ہے؟

2 . اس فارم کو پرُ کرنے کے بعد کیا مرحلہ ہوتا ہے؟

3 .نماز کے بارے میں کیوں پوچھا جاتا ہے یہ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے؟

آج اس تحریر کے ذریعے ان تمام انصار بھائیوں کو بیدار کرنے کی خاطر اور ان کی طرف سے اُٹھائے گئے تمام سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کے لئے ہم قرآن کریم، حدیث مبارکہ اور ارشادات خلفائے کرام کی طرف رجوع کرتے اور ان ہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں ۔

انسان کا اعمال نامہ

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ ’’اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لئے اسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔‘‘

(بنی اسرائیل :آیت14)

اس آیت کے مختصر تشریحی نوٹس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تحریر کرتے ہیں کہ ’’یہاں طائر سے مراد پرندہ نہیں ہے کہ گویا ہر انسان کی گردن میں پرندہ لٹک رہا ہے۔ بلکہ اس کا اعمال نامہ مراد ہے جو ظاہری شکل میں لٹکا ہوا نہیں ہوتا مگر قیامت کے دن اسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے کہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو تم کیسے ہو‘‘

(قرآن کریم اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 465)

چنانچہ ہر ماہ انفرادی جائزہ فارم پُر کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہر ماہ ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنے کو کہا جائے کہ ہم اپنی روحانی حالت کا محاسبہ خود کریں ۔

سب سے پہلا محاسبہ

ایک روایت میں آتا ہے : یونس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات کا محاسبہ کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب عزّ وجل فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو کہ کیا اس نے اسے مکمل طور پر ادا کیا تھا یا نامکمل چھوڑ دیا؟ پس اگر اس کی نماز مکمل ہوگی تو اس کے نامہ اعمال میں مکمل نماز لکھی جائے گی اور اگر اس نماز میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو فرمائے گا کہ دیکھیں کیا میرے بندے نے کوئی نفلی عبادت کی ہوئی ہے؟ پس اگر اس نے کوئی نفلی عبادت کی ہوگی تو فرمائے گا کہ میرے بندے کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس کے نفل سے پوری کردو۔ پھر تمام اعمال کا اسی طرح مواخذہ کیا جائے گا۔

(سنن نسائی ۔کتاب الصلوۃ باب المحاسبۃ علی الصلوۃ)

انصار کی نمازوں کا ریکارڈ رکھیں

20 اکتوبر 2017ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ آسٹریلیا کو ہدایات دیتے ہوئے قائد تربیت سے فرمایا کہ

’’آپ نے اس نو دس ماہ کے عرصے میں کیا کام کیا ہے ۔موصوف نے عرض کیا کہ تمام مجالس کو تربیت کا پروگرام بھجوایا ہے اور ہدایت دی ہے کہ اس پر عمل کریں ۔حضور انور نے فرمایا : کیا آپ کے پاس یہ ریکارڈ ہے کہ کتنے انصار باقاعدہ نمازیں ادا کرتے ہیں ۔اس پر موصوف نے عرض کیا کہ

411/انصار میں سے 272انصار باقاعدہ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ باقی باقاعدہ نہیں ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ سب کو باقاعدگی سے پانچوں نمازیں ادا کرنی چاہئیں ۔انصار کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ سب کو نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدہ ہونا چاہئے ۔قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور روزانہ تلاوت ہونی چاہئے ۔ایم ٹی اے پر خطبات سننے کی طرف توجہ ہونی چاہئے ۔‘‘ (سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 378)

تلاوت قرآن کا جائزہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ’’قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں ۔ گھروں کو بھی اس نور سے منّور کریں ۔لیکن ابھی بھی جہاں تک میرا اندازہ ہے انصار اللہ میں بھی سو فیصد قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے نہیں ہیں ۔اگر جائزہ لیں تو یہی صورت حال سامنے آئے گی ۔‘‘

(خطبہ جمعہ 24/ستمبر 2004ء بحوالہ سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 47)

نمازوں اور جمعوں میں سست افراد کا جائزہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ جرمنی کے دوران مورخہ 24 دسمبر 2006ء کو نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ میں فرمایا کہ ’’ذیلی تنظیموں کا مقصد یہ ہے کہ جماعتی سطح پر جو سستیاں یا کمیاں ہیں ان کو وہ پورا کریں ۔اگر ذیلی تنظیم کے قائد مال یا قائد تربیت نے جماعتی شعبہ مال اور شعبہ تربیت پر ہی انحصار کرنا ہے تو پھر ذیلی تنظیم کا کیا فائدہ ہوا؟ اس لئے اپنے طور پر ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں جو نمازوں اور جمعوں میں شامل ہونے میں سست ہیں۔ ان کے جماعت سے عدم رابطہ کی وجہ تلاش کریں اور پھر جماعتی، تنظیمی اور ذاتی ہر سطح پر پیار اور محبت سے انہیں سمجھا کر نمازوں میں، جمعوں پر اور نظام جماعت کی اطاعت کی طرف لائیں، اس کے بعد چندہ جات کی فکر کریں ۔اگر صرف پیسے لینے کی طرف توجہ رکھیں گے تو تربیت کے اصل مقصد سے ہٹ جائیں گے ۔پس اس بارے میں شعبہ تربیت کو فعال کرنے کی بہت ضرورت ہے ۔‘‘

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 179)

انفرادی جائزہ فارم پر کرنے کے بعد کا مرحلہ

تو پیارے انصار بھائیو ہمارے پیارے امام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ بالا ہدایات کی تعمیل میں ہی زعیم صاحب مجلس آپ کو یہ مختصر سا فارم پر کرنے کی ہر ماہ زحمت دیتے ہیں ۔تاکہ ملکی سطح پر اعداد و شمار اکھٹے کر کے ایک جامع رپورٹ حضور اقدس کی خدمت میں پیش کی جاسکے ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 25 دسمبر 2013ء کو سنگاپور، انڈونیشیا، ملائشیا، تھائی لینڈ، فلپائین اور برما

بقیہ صفحہ 7 پر

طلوع وغروب آفتاب

17 ستمبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:52	18:21
مدینہ منورہ	04:50	18:23
قادیان	04:52	18:32
ربوہ	04:32	18:11
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:12	19:12